بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

صد افسوس کہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے مایہ ناز بزرگ اور روحانی رہنما حضرت مولانا شاہ عبدالغفور صاحب عباسی مجددی مہاجر مدینہ طیبہ بھی امت کو داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سانحۂ وفات یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ (سعودی عرب کے مطابق)، ۱۷ مئی ۱۹۶۹ء بروز ہفتہ عشاء کے بعد پیش آیا جنازہ مسجد نبوی میں نمازِ فجر کے بعد ہوا، اور طلوعِ آفتاب کیساتھ رشد و ہدایت کا یہ آفتاب قدوسیوں کی خوابگاہ بقیع الغرقد میں روپوش ہوگیا، جس ذات والا صفات (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اتباع اور نقشِ قدم پر ساری زندگی نچھاور کر دی تھی، موت کے بعد اس کے قدموں میں ہی جگہ پائی طاب حیاً و میتاً رحمۃ اللہ ورضی عنہ وارضاہ۔ ذیابیطس ضعف اعصاب وغیرہ تکالیف عرصہ سے لاحق تھے۔ اسی ضعف و علالت میں اس سال بھی ادائیگی حج کیلئے تشریف لے گئے، عرفات جاتے ہوئے منیٰ میں طبیعت نڈھال ہوئی، بیہوش ہوگئے، اور اسی حالت میں وقوف عرفہ کا فریضہ ادا ہوا، عرفات سے واپسی پر راتوں رات مدینہ طیبہ پہنچا دئے گئے۔ بقیہ مناسک حج قربانی وغیرہ کے لئے اوروں کو مامور فرمایا۔ پچھلے ۳۰، ۳۵ برس سے حج کرتے چلے آتے تھے مگر اس حج پر عجیب مسرت اور ناز تھا، بڑے مزے لے لیکر اس کا ذکر کرتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ شاید یہی حج ان کا حجۃ الوداع ہے۔ ۱۱ر مارچ کو احقر مدینہ طیبہ پہنچا، دوسرے دن حاضری دی، ضعف و نقاہت کافی تھی مگر طبیعت سنبھلنے لگی تھی۔ ۲۷ر مارچ تک وہاں احقر کا قیام رہا، اس دوران وعظ و ارشاد کی مجالس زائرین اور مہمانوں کی خاطر داری اور پُر تکلف مہمان نوازی کا وہی سلسلہ جاری رہا جو عمر بھر ان کا شیوہ تھا، جسم اندر ہی اندر جان لیوا بیماریوں سے گھل رہا تھا مگر چہرہ پر وہی بشاشت اور طمانیت، ذکر و فکر میں وہی ذوق و شوق اور استغراق اور وعظ و ارشاد میں وہی سوز و گداز۔ ۲۳ر اپریل کو مخلصین کے اصرار پہ بغرض علاج و آرام کراچی لائے گئے مگر مرض میں افاقہ کی بجائے اضافہ ہی ہوتا گیا، اس دوران ذرا بھی ہوش آتا تو طبیعت فراقِ مدینہ میں بے چین اور مضطرب محسوس ہوتی، اور جلد از جلد واپس پہنچانے کا تقاضا بڑا تھا۔ ڈاکٹروں کی تشخیص تھی کہ تم معدہ پر کینسر ہے، اور اس حالت میں حضرت کے زندہ رہنے پر حیرت ظاہر کی گئی، ہفتہ عشرہ قیام کے بعد مدینہ طیبہ پہنچا دئے گئے اور مشاہدہ کرنے والوں کا بیان ہے کہ سرزمین حجاز پہ قدم رکھتے ہی حضرت کی بے چینی مسرت اور سکون سے بدل گئی مدینہ طیبہ پہنچنے پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اسی دن کیلئے تو مدتوں آستانۂ یار پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے، بالآخر ہفتہ کی شب بعد از عشاء وصالِ محبوب

میں تڑپنے اور سلگنے والا یہ روشن چراغ وصال حقیقی کی دولت سے سرفراز ہو کر خاموش ہو گیا ۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت مولانا مرحوم غالباً ستر پچھتر[1] برس قبل صوبہ سرحد کے شمال مشرق کے یاغستانی علاقہ چترال کے موضع حدیلہ میں پیدا ہوئے ۔ قدرت کی فیاضی دیکھیے کہ علمی اور روحانی چرچوں سے بہت دور ایک دورافتادہ علاقہ اور حصول علم کی آسائشوں سے محروم ایک کوہستانی بستی کے ایک معصوم بچے کو آگے چل کر اپنے وقت کا شیخ مدینہ بنانا تھا ۔ اور جن کے فیض سے نہ صرف عجم بلکہ عرب اور افریقہ کے بیشمار لوگ فیضیاب ہونے تھے ۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی تکمیل ہندوستان میں اکابر دیوبند بالخصوص حضرت مفتی کفایت اللہؒ سے فرمائی ، بعد از فراغت مدتوں دہلی میں مسند تدریس کو رونق بخشی اور عقلی و نقلی علوم میں نہایت تبحر اور ید طولیٰ حاصل کیا ، سلوک اور تزکیۂ باطن کے مراحل سلسلہ نقشبندیہ کے ایک ممتاز مرشد حضرت خواجہ فضل علی مسکین پوری سے طے فرمائے ۔ عشق حقیقی سے سرشار طبیعت کو قرار مدینہ طیبہ میں نظر آیا ۔ ۳۰ ، ۳۵ برس پہلے ہجرت فرمائی ابتداء میں ابتلاء و آزمائش کے نہایت صبر آزما مراحل سے گذارے گئے اور کامیابی و استقامت کے بعد ظاہری و معنوی برکات اور فتوحات کا دروازہ کھلا اور بے پناہ مقبولیت ، مرجعیت اور عجیب جاذبیت سے نوازے گئے کہ "العطایا علی متن البلایا" جہاں بھی گئے ایک مقناطیسی قوت کیطرح خلق خدا پروانہ وار جمع ہونے لگی ۔ اور بقدر ظرف ہر ایک نے فائدہ اٹھایا ۔ فیاض ازل نے انہیں نہایت بلند اور پاکیزہ صفات سے نوازا تھا ، تحمل ، بردباری ، شفقت علی الخلق بلند حوصلہ ، بے مثال سخاوت اور مہمان نوازی دین کے لئے درد و سوز اصلاح خلق کی تڑپ اور تبلیغ دین میں حکمت و موعظت اور طریق احسن اپنانے کا ملکہ ، لوگوں کی نفسیات کا گہرا شعور ، غرض ہر چیز میں نہایت اعتدال و احتیاط اور ہر کام میں بصیرت اور تدبر کا ظہور ہوتا ۔ نتیجۃً مرجع خاص و عام بنے تربیت اور اصلاح پانے والوں کا سلسلہ عرب سے عجم تک پھیلا ہوا ہے ۔ مگر فیض کا زیادہ حصہ پاکستان کو پہنچا ہے پچھلے پندرہ سال میں کئی بار پاکستان تشریف لائے ، جبکہ دیگر ممالک کے سفر پر کبھی آمادہ نہ ہوئے ، اپنے دورہ سرحد کے موقعہ پر دارالعلوم حقانیہ بھی کئی بار تشریف لائے ۔ محبت ، تعلق اور خصوصی توجہات اور دعاؤں کا سلسلہ تو آخر دم تک قائم رہا اس لحاظ سے دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم و شیخ الحدیث اور ماہنامہ الحق کے نگران حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے بجا طور پر اس سانحہ کو دارالعلوم کا ذاتی سانحہ قرار دیا ہے ۔۔۔۔ ایک ایسے کامل الصفات اور جامع شریعت و طریقت بزرگ کی سانحۂ وفات سے علم و عمل تصوف اور سلوک ، وعظ و ارشاد کے ایوانوں میں جتنا بھی ماتم ہو برحق ہے ۔ حضرت اقدس کی ذات دیوبندی سلسلۃ الذہب کی ایک بیش قیمت کڑی تھی ، ابھی چند سال پہلے

[1] سن ولادت ۱۸۹۲ء

مدینۃ الرسول میں اس سلسلۃ الذہب سے وابستہ تین مہاجر بزرگ موجود تھے اور اطراف عالم میں حکمت و معرفت کی شکل میں دیوبند کا فیض تقسیم کر رہے تھے۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا شیر محمد سندھی اور حضرت مولانا عبدالغفور عباسی رحمہم اللہ، مگر اب وہ کاشانہ محفلیں اجڑ گئی ہیں گو جن کے وجود پر برصغیر کے دینی اور علمی حلقے جتنا بھی ناز کرتے کم تھا۔

حریفاں بادہا خوردند و رفتند تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

حضرت اقدس مولانا عباسی مرحوم اخلاق حسنہ کے پیکر، اتباع سنت کا مجسمہ انسانیت کا نمونہ تھے مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اس کائنات میں ہمارے سب سے بڑے محسن اور سب سے زیادہ محبوب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑوسی اور غلام حاضر باش تھے، ان کی نیم شبانہ دعاؤں میں ہمارے لئے ایک بڑا سہارا تھا۔ انہیں پورے عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی، مواجہۃ الرسول علیہ السلام میں ان کی گریہ وزاری پوری امت اور پاکستانی مسلمانوں کیلئے خاص طور پر نعمت کبریٰ تھی، دنیا کا ہر خطہ ایسے بزرگوں سے خالی ہوتا جا رہا ہے جنہیں زمین کا نمک، انسانیت کا جوہر اور علم و عمل کی آبرو کہا جا سکتا ہے۔ دو دل بیچنے والے تو مدت ہوئی کہ بڑی تیزی سے اپنی دکان علم و حکمت بڑھانے لگے ہیں۔ حرمین الشریفین بھی اس عالمی خسارہ کی لپیٹ میں ہیں کیونکہ یہ عالم اسباب ہے، معنوی برکات ایسے مقامات سے معدوم تو نہیں ہو سکتیں مگر مستور ضرور ہوتی جا رہی ہیں، افسوس کہ مدینہ طیبہ کی وہ عباسی خانقاہ اجڑ گئی جہاں پہنچ کر روحانی پیاسوں اور تھکے ماندے مسافروں کو شفقت غفوری اپنی آغوش میں ڈھانپ لیتی تھی۔ ہماری دعا ہے کہ جانے والے پر رحمتوں اور رہنے والے پسماندگان اور متوسلین پر صبر واجر کی بارش ہو اور مدینہ طیبہ کی منزل عباسی کی رونق اسی طرح قائم و دائم رہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ پاکستان کے نئے سربراہ صدر یحییٰ خان صاحب نے اپنے بیانات میں بار بار خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اسلام کے اٹل اصولوں کی حفاظت کو پاکستان کا اساس قرار دیا ہے۔ اس ملک کے نظریاتی سرحدات کی از سر نو نشاندہی فرمانے کے بعد صدر یحییٰ اور ان کے رفقاء کا اصل کام اب یہ ہے کہ وہ عملاً ان سرحدات کی تعمیر و استحکام میں لگ جائیں، تعلیمات نبویہ کو بروئے کار لایا جائے۔ لادینی عناصر غیر اسلامی نظریات اور منکرات سے ملک کی تطہیر کی جائے۔ عہد رفتہ کی بہت سی خرابیاں عائلی قوانین، خاندانی منصوبہ بندی، فلم، ٹیلی ویژن اور صحافت کے ذریعے بے حیائی اور فحاشی کے فروغ مخلوط تقریبات اور سب سے بڑھ کر دینی اور اخلاقی تربیت سے یکسر خالی نظام تعلیم کی شکل میں پورے معاشرہ کو کھوکھلا کر رہی ہیں، نئی حکومت انتظامیہ اور معاشرہ کی اصلاح کیلئے